شذرات

سید عطاء المحسن بخاری

اور یہ کالم نگار..........

ایک دو کے سوا یہ اخبار نویس اور کالم نگار لوگ دین کی ابجد سے بھی نا آشنا ہیں اور اگر میں یہ کہوں کہ انہیں دین کی شد بد ہی نہیں ہے تو قطعاً خلاف واقعہ نہ ہوگا۔ کہ دن رات اس طبقہ بدفکر سے ہماری بیٹھک اٹھک ہے ہم خوب جانتے ہیں کون کیا ہے نام لیکر لکھیں تو فتنہ و فساد کا جمہوری دروازہ کھلتا ہے جو بند ہی اچھا ہے، بے نظیر نے جو لکڑی پھاٹک کھول رکھا ہے وہی کافی ہے۔ اب نیا دروازہ کھولنے کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔ گزشتہ دنوں انہوں نے ملتان میں علماء کو سیاست سے کنارہ کش ہونے کا "حاکمانہ مشورہ دیا"۔ ان کے نادر شاہی فرمان پر دلدار بھٹی بھی جمہوری راگ گانے لگے اور بہت سے سوئے ہوئے فتنہ پرداز اپنے اپنے فتنوں سمیت جاگ اٹھے ہیں اور قلم "برداشتہ" لکھنا اور ہانکنا شروع کر دیا۔ اس کے باوجود کہ نہیں جانتے جُنوں میں کیا کیا فرما رہے ہیں مگر فرما رہے ہیں بلکہ "حُمُرالاہلیہ" کی طرح مسلسل فرماتے جا رہے ہیں۔ اور چپ ہونے کا نام ہی نہیں لیتے اور یہ تو ان کی جمہوری عادت ہے اور اب تو یہ اتنی پختہ ہو چکی ہے جو ان کی عمر کی کُہنگی اور پختگی سے بھی فزوں تر ہے۔ ۲۶ جولائی کا پاکستان پڑھ رہا تھا کہ اچانک قاضی جاوید صاحب کے مضمون مذہب اور سیاست پر نظر پڑی۔ مضمون پڑھا افسوس ہوا کہ قاضی صاحب بھی دیگر کالم نویسوں سے جدا نہیں ہیں انہیں بھی اس حقیقت کا علم نہیں کہ لفظ سیاست حدیث پاک میں اجتماعی رہنمائی کے معنی میں استعمال ہوا ہے اور یہی دین ہے کہ انسانی زندگی کے تمام اعمال میں دینی نقطہ نظر اور دینی تقاضوں کو رہنما بنایا جائے کفار و مشرکین کی طرح روز بدلنے والے نظریات نہ اپنائے جائیں بلکہ الہامی اور آسمانی حقیقتوں سے رہنمائی حاصل کی جائے۔

مولوی اور اسکے اعمال کا نام دین نہیں دین تو قرآن سنت کا نام ہے نہ قرآن بدل سکتا ہے اور نہ سنت تبدیل ہو سکتی ہے اور ہماری اجتماعی زندگی انہی نہ تبدیل ہوسکنے والے اصولوں کے ماتحت ہے۔ جدید سیاست کے معنیٰ وہی ہیں جو اس بے ہنگم قوم کو فرنگی نے بتائے ہیں یعنی انسان انسانوں کی اجتماعیت قائم کرے پھر انسانوں کے گلے کو نظم و نسق میں پروئے جبکہ ایسا ممکن ہی نہیں۔ انسان کی ہزاروں سال کی اجتماعی زندگی اس بات پر گواہ ہے کہ انسان انسان کی اجتماعی زندگی میں ہمہ گیری نہیں پیدا کرسکا وہ اسے اپنا ماتحت غلام اور بندۂ بے دام تو بنالیتا ہے مگر اس کی شخصی حیوانی آزادی سلب کر لیتا ہے جبکہ تمام انسانی نظام اس حقیقت کا اقرار کرتے ہیں کہ انسان ایک معقول حیوان ہے مگر ہے حیوان، تو وہ حیوان جیسی آزادی کا بھی طلبگار ہے جو حاکم انسان سلب کر لیتا ہے۔ اسکے برعکس (ایک مسلمان کہلانے والے کیلئے) قرآن و سنت یہ معیار قائم کرتے ہیں کہ اللہ و رسول کی اطاعت کرنے والا ہی انسان ہے اور اس فرماں بردار انسان کیلئے

جو اجتماعی رہنمائی قرآن و حدیث میں موجود ہے وہ انسانوں کی اجتماعی زندگی کے تمام مسائل حل کرنے کیلئے کافی ہے جو تو انسان ہے وہ اسکی اطاعت کرے گا اور جو صرف ایک معقول حیوان ہے وہ اپنے لئے اجتماعیت کے اصول گھڑے گا ظاہر ہے جو اصول اس نے بنائے ہیں وہ سب کے پسندیدہ اور معقول نہیں ہوسکتے اسی پاکستان میں ملاحظہ فرمائیں مسلم لیگی معقول حیوانوں کے اجتماعیت کے اصول پی پی پی کے معقول حیوانوں کیلئے ناپسندیدہ ہیں پاکستانی سوشلسٹوں کے اجتماعی اصول امریکہ نواز معقول حیوانوں کو قبول نہیں آپ ان کو پابند نہیں کرسکتے سنوا نہیں سکتے لیکن پی پی پی کے معقول حیوان اپنے اقتدار اور اقتدار کی اندھی طاقت کے ذریعہ لیگیوں کو اپنے اصول انداز اور رویے منوانا چاہتے ہیں۔ بے نظیر علماء کو سیاست سے نکال باہر کرنا چاہتی ہے۔ اخبار نویس اور کالم نگار جو اپنی جبلت کے اعتبار سے نہایت موقع پرست واقع ہوئے ہیں۔ (الگ قسم کے معقول حیوان ہیں) وہ درباری الاپ رہے ہیں اور ان کے نردھن میں مرلیا باج رہی ہے کہ سرکار عالی مدار نے سچ فرمایا۔ یہ سرکار عالی مدار کو کیا حق ہے وہ اپنی منوائے جبکہ جدید سیاسی روش یہ ہے کہ ہر معقول حیوان اپنا راستہ خود چن سکتا ہے اس پر اپنا آئیڈیا تھوپنا جبر ہے۔ جبکہ ریاستی جبر تو اقوام عالم میں متفقہ طور پر ظلم قرار دیا جا چکا ہے۔

اس ریاستی جبر کی تازہ مثال بریگیڈیئر امتیاز کی گرفتاری، بغاوت کا مقدمہ اور ٹارچر ہے۔ افغانستان کی اسلامی حکومت کی پاکستانی لبرل حکومت سے نہیں بنی تو انھوں نے افغانی زعماء کو ہندوستان نواز بنانا شروع کر دیا۔ یہ ہے معقول حیوانوں کی سیاست! جدید سیاست!

مذہب بیزار، سیاست اور ثقافت

مغربی سیاست بازوں اور ثقافت زادوں نے اپنے معاشرے اور کلچر سے مذہب اور مذہبی نمائندے کے تصادم سے تنگ آکر پادری اور اسکے ثقافت زدہ مذہب کو دیس نکالا دیا اسے چرچ تک محدود کر کے خود آزادی حاصل کرلی مذہب ہر انسان کا انفرادی مسئلہ بنا دیا گیا، مذہب کو اجتماعی زندگی میں دخل عمل سے محروم کر دیا گیا اسکے اجتماعی حقوق پر ڈاکہ ڈالا گیا اور انسانوں پر اسکی اجتماعی گرفت ہمیشہ کیلئے دفن کر دی گئی۔ پادری کو عضو معطل بنا دیا گیا خود اسکی زندگی اور معاشرت ان سیاست بازوں اور ثقافت زادوں کے اشارہ ابرو کی محتاج ہو کر رہ گئی۔ مذہب سے آزادی حاصل کرنے والے مغربی جیالوں نے عقیدے میں شرک، کفر، الحاد، زندقہ اور بدعت کی وہ خاردار باڑ لگائی کہ پھر وہاں توحید، رسالت، اور قیامت کے پاکیزہ تصورات و نظریات کا کبھی گزر بھی نہ ہوسکا اعمال و اخلاق کی دنیا ایسی اندھیر ہوئی کہ روشنی کی کرن تک دکھائی نہ دی۔

شراب، جوا، زنا، ہیومن سیکس، سود، جھوٹ، مکاری، فریب، چوری، ڈاکہ، قتل، اغواء کلچر کا حصہ بن

گئے۔ اور حد یہ ہوگئی سیکس ایجوکیشن لازمی کردی گئی سترہ سال کی عمر تک سوئمنگ لڑکیوں کیلئے لازمی کر دی گئی، سولہ سال تک لڑکا لڑکی ماں باپ کے ساتھ تو رہیں لیکن ماں باپ کو سرزنش کا قطعاً حق نہیں ماں باپ نے اگر سرزنش کی تو مغرب کے اندھے قانون کا ابلیس حاکم ماں باپ کو جرمانہ وقید یا قید یا جرمانہ کی سزا دیگا مغرب وعدہ خلافی کو اخلاقی کمال سمجھتا ہے جسکی زندہ مثال ۱۶-F کا سودا ہے۔ مغرب کا انسان نما حیوان انسانوں کے معاشرے کیلئے خود قانون سازی کرتا ہے اور اس خباثت و زندقہ کو وہ اپنا حیوانی حق جانتا ہے۔ حالانکہ یہ حقیقت تسلیم کی جاچکی ہے کہ انسان انسان کے لئے جب قانون بنائے گا اسمیں کہیں نہ کہیں جھول ہوگا۔ اور وہی جھول اس قانون ساز گروپ یا فرد کے استحصالی جذبہ کا مظہر ہوگا۔ امریکہ اپنے لئے عورت کی حکمرانی پسند نہیں کرتا ہمارے لئے کیوں کرتا ہے؟ دیکھئے ہمارے دینی جذبہ کا استحصال کیا جارہا ہے ہمارے دین کو متنازعہ بنایا جارہا ہے ہمارے معاشرے کو لبرلزم اور سیکولرزم کی طرف دھکیلا جارہا ہے۔ مسلمانوں کے دینی ماحول میں سے جب جس جماعت طبقہ، خاندان اور افراد نے مغربی کلچر اپنایا اور اسے سر چڑھایا ہے پاکستان میں وہی لوگ دین اور دینی نمائندے کو الگ تھلگ کر کے وہی کھیل کھیلنا چاہتے ہیں جو یورپ وامریکہ میں کھیلا جارہا ہے اور یہ نتیجہ ہے ان مذہبی نمائندوں کی ظالمانہ سیاسی روش کا جو پی پی، لیگ، اے این پی اور دیگر سیاسی ملحدوں کے حلیف ہیں۔ پاکستان کی دینی شخصیتوں اور دین کیلئے مخصوص دینی جماعتوں کا فرض ہے کہ وہ ان سیاسی ملحدوں، زندیقوں اور فاسقوں فاجروں کا راستہ روکنے کیلئے متحد العمل ہوجائیں ورنہ اس حشر کیلئے تیار رہیں جو مغرب میں دین دینی تہذیب دینی تعلیم اور دینی نمائندوں کا ہوا ہے۔ وما علینا الا البلاغ

بقیہ از صـ ۲۹

اندازِ جنوں کون سا ہم میں نہیں، مجنوں   پر تیری طرح عشق کو رسوا نہیں کرتے

اگرچہ اس معاملہ کا خاتمہ بظاہر ناکامی و مایوسی پر ہوا، لیکن فی الحقیقت فتح و مراد کی ساری شادمانی اسی ناکامی میں پوشیدہ تھی۔ اسی ناکامی نے بالآخر کامیابی کی راہ کھولی، اسی مایوسی سے امید کا دروازہ کھلا۔ جو تاریکی اپنی سیہ بختیوں کی رات نظر آتی تھی، وہی صبح مقصود کے طلعتِ جہانتاب کا نقاب ثابت ہوئی۔ گو قدم بت کدہ کی راہ پر تھے، مگر غبارِ مجاز دور ہوا، تو کعبۂ حقیقت سامنے تھا: یخرج الحی من المیت ویخرج المیت من الحی ویحی الارض بعد موتها وکذالک تخرجون!

کفر آوردم و در عشقِ تو ایماں بُردم

سارا کام پہلے سے ہو چکا تھا۔ چولھا مدتوں سے گرم تھا۔ ہوس بازی نے چنگاریوں کا کام دیا تھا۔ عشق نے شعلے بھڑکائے تھے۔ صرف اتنی بات باقی رہ گئی تھی کہ ایک دیگ اتار کر دوسری چڑھادی جائے۔ یہ کام عشق کی امیدوں سے نہ ہوسکا، تو کیا مضائقہ! عشق کی مایوسیوں نے تو پورا کر دیا:

آں نافۂ مراد کہ می خواستم زغیب   درچینِ زلفِ آں بُتِ مشکیں کلالہ بود